مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر تاریخی خطبہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد بشارت سپین)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

’’کیمرے والے اگر اپنا جمعہ خراب کرنا چاہتے ہیں تو باہر چلے جائیں۔ باقی دوستوں کا بھی جمعہ خراب نہ کریں۔ یہ چیز فائدے کی بجائے بدعت اور بدرسم کا موجب بن گئی ہے۔ اس کو بند کریں آپ۔ دوست بیٹھ جائیں۔ جنہوں نے جمعہ پڑھنا ہے وہ آرام سے بیٹھ کر جمعہ پڑھیں۔‘‘

پھر فرمایا:

’’آج کا دن تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے اور خصوصاً ان کے لئے جو آج اس مبارک تقریب میں شامل ہیں۔ بے انتہا خوشیوں کا دن ہے۔ اور دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن یہ خوشیاں عام دنیا کی خوشیوں سے کس قدر مختلف ہیں! ان خوشیوں کا اظہار بھی ایک بالکل انوکھا اور اجنبی اظہار ہے۔ یہ خوشیاں ایک مقدس غم بن کر ہمارے دل و دماغ پر چھا گئی ہیں۔ یہ خوشیاں حمد کے آنسو بن کر ہماری آنکھوں سے بہتی ہیں۔ دنیا کی خوشیوں سے ان خوشیوں کو کوئی تعلق نہیں۔ دنیا کی خوشیوں کو ان خوشیوں سے کوئی نسبت نہیں۔

سب سے پہلے اس موقع پر مجھے ایک یاد ستا رہی ہے۔ اس وجود (حضرت خلیفۃ المسیح

الثالث نوراللہ مرقدہ) کی یاد جو آج ہم میں نہیں۔ جو سب سے زیادہ اس بات کا حقدار تھا کہ آج یہ جمعہ پڑھاتا اور آج اس تقریب کا آغاز کرتا۔ اس کی وہ بیقرار دعائیں جن کی قبولیت کا پھل ہم آج کھانے لگے ہیں، وہی دعائیں ہیں جنہوں نے سپین کی تقدیر کی کایا پلٹی، جنہوں نے اہل سپین کو بھی آزادی نصیب کی۔ اور اسی آزادی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مسجد کی تعمیر کی توفیق بخشی۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ بھی ایک خوشی کا وقت ہے۔ آپؒ کی یاد بھی ایک خوشی کی یاد ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب کے حضور التجا کرتے ہیں کہ آج آپ کی روح سب سے زیادہ ایسے نظاروں سے لذت یاب ہو رہی ہوگی۔

مسجدوں کی تعمیر ایک بہت ہی مقدس فریضہ ہے۔ لیکن جو مسجدیں ہم بنارہے ہیں یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جیسا کہ عام طور پر دنیا میں ہوتا ہے۔ ان مسجدوں کے پس منظر میں لمبی قربانیوں کی تاریخ ہے۔ یہ کچھ امیر لوگوں کی وقتی کوشش یا جذباتی قربانی کا نتیجہ نہیں، کچھ ایسے لوگوں کی جن کو خدا نے زیادہ دولت بخشی ہو اور وہ نہ جانتے ہوں کہ کہاں خرچ کرنی ہے۔ بلکہ خصوصاً اس مسجد کے پیچھے تو ایک بہت ہی لمبی، گہری، مسلسل قربانیوں کی تاریخ ہے۔ اور اس موقع پر اگر ہم ان کو یاد نہ کریں اور ان لوگوں کو اپنی دعاؤں میں شامل نہ کریں جو اس مسجد کے پس منظر میں خاموشی سے کھڑے انکسار کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا گو نظر آ رہے ہیں تو یہ ناشکری ہوگی۔

میری مراد برادرم مکرم کرم الٰہی صاحب ظفر اور ان کے خاندان کی قربانی سے ہے۔ ایک لمبا عرصہ اس خاندان نے سپین میں دن رات احمدیت کی خدمت کے لئے سرتوڑ کوشش کی۔ ایسے وقتوں میں جب کہ یہاں کی حکومت اتنی سنگدل اور سخت تھی کہ دوسرے عیسائی فرقوں کو بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ یہاں تبلیغ کرتے۔ اس زمانے میں جب کہ کوئی ذریعہ نہیں تھا جماعت کے پاس ان کی مدد کا، مالی حالات کی تنگی بھی تھی اور قوانین کی روک بھی رستے میں حائل تھی اور ممکن نہیں تھا کہ ان کو سلسلہ کسی قسم کی مدد دے سکتا، انہوں نے ایک خاص جذبۂ قربانی میں اپنے آپ کو پیش کیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس قربانی کو قبول فرمایا۔ آپ نے قبول فرمایا اور اللہ کی محبت کی نظر نے بھی قبول فرمایا۔ اور آج اس قربانی ہی کا ایک پھل ہے کہ ہم اس کی شیرینی سے لذت یاب ہو رہے ہیں۔

بہت عرصہ پہلے مجھے سپین میں آنے کا موقع ملا اور میں نے اپنی آنکھوں سے وہ نظارہ دیکھا

جو ہمیشہ کے لئے میرے دل پہ نقش ہو گیا۔ ایک معمولی چھوٹی سی ریڑھی تھی جس پر خود عطر بنا کر، وہ عطر بیچ کر اپنا گزارہ بھی کرتے تھے اور تبلیغ کا کام بھی کرتے تھے۔ ۱۹۵۷ء کی یہ بات ہے مجھے اور برادرم عزیزم میر محمود احمد صاحب کو یہاں آنے کا موقع ملا۔ وہ ایسی ریڑھی تھی جس کو بعض دفعہ رکھنے کی جگہ بھی میسر نہیں آتی تھی۔ دشمنوں کو پتہ چلتا تھا تو اس کو توڑ جاتے تھے۔ بعض رحمدل دکاندار بعض دفعہ ان کو جگہ دیدیتے تھے۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ جگہ چھوڑ کر کوئی اور جگہ تلاش کرنی پڑتی تھی۔ طریق تبلیغ یہ تھا کہ وہی عطر بیچ کر اپنے گزارہ بھی کرتے تھے اور اس سے بچی ہوئی رقم، اپنی طرف سے، وہ لٹریچر کیلئے پیش کیا کرتے تھے۔ ایسے وقت بھی آئے جب کہ ان کے گھر پر بھی حملے ہوئے۔ وہ جو بورڈ لگا ہوا تھا اس کے اوپر پتھروں کے نشان ہم نے خود دیکھے۔ چھپ چھپ کر اصحاب کہف کی طرح وہ ابتدائی احمدی، جنہوں نے ان مخالفانہ حالات میں احمدیت کو اور اسلام کو قبول کیا، وہ اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ دشمن مخبری کرتے تھے لوگ حملہ کر کے آتے تھے اور وہ بڑی مصیبت اور بڑی مشکل سے اپنی عزتیں اور جانیں بچاتے تھے۔ عطر کے ساتھ انہوں نے ایک چھوٹا سا سپرے پمپ رکھا ہوا تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ دیکھو! اس طرح تبلیغ کرتا ہوں۔ پمپ سے سپرے کرتے تھے اور کچھ لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے شوق اور تعجب میں۔ مشرقی قسم کی خوشبو سے ویسے بھی ایک خاص دلچسپی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور سپرے کرتے ہوئے اس وقت جو ہم نے نظارہ دیکھا وہ یہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو! یہ کتنی اچھی خوشبو ہے۔ لیکن یہ خوشبو تو زیادہ دیر تمہارے ساتھ نہیں رہے گی۔ یہ تو کپڑوں میں رچ بس کے بھی آخر ڈھل کر ضائع ہو جائے گی۔ ایک دو دن، چار دن کی بات ہے۔ میرے پاس ایک اور عطر بھی ہے۔ ایک ایسا عطر جس کی خوشبو لافانی ہے، وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اِس دنیا میں بھی تمہارا ساتھ دے گی اور اُس دنیا میں بھی تمہارا ساتھ دے گی۔ اگر چاہتے ہو کہ اس خوشبو سے متعلق مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرو تو یہ میرا کارڈ ہے۔ جب چاہو آؤ۔ مجھے ملو اور میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ خوشبو کیا ہے اور کیسے حاصل کی جاتی ہے؟ بہت سے لوگ وہ کارڈ لیتے تھے۔ کچھ عطر خرید کر الگ ہو جاتے تھے۔ اس طرح تبلیغ کے رستے نکلتے تھے۔

پس یہ ساری وہ قربانیاں ہیں جو اس موقع پر از خود مجھے یاد آ رہی ہیں اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جماعت کو بھی ان سے آگاہ کروں اور اس طرف توجہ دلاؤں کہ اپنی دعاؤں میں ان کو نہ بھولیں۔

ایک دو ماہ پہلے کی بات ہے ایک شخص نے بڑا ہی متکبرانہ خط مجھے لکھا اور اس میں ان کے یعنی برادرم کرم الٰہی صاحب ظفر کے متعلق ایسے لفظ استعمال کئے جس سے میرا دل پھٹ گیا۔ اس کو اپنے علم کا زعم تھا۔ اس کو خیال تھا کہ ان کا علم کچھ نہیں۔ اس کو اپنی شکل وصورت کا زعم تھا اور خیال تھا کہ اس کے مقابل پر ان کی شکل وصورت کچھ نہیں۔ لیکن بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو دنیا کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے، لیکن اللہ کے پیار اور محبت کی نظریں ان پر پڑتی ہیں۔ میرا دل غم سے پھٹ گیا اور استغفار کی طرف اس کے لئے مائل ہوا اور ساتھ ہی مجھے وہ واقعہ یاد آ گیا جبکہ مدینہ کے بازار میں حضرت محمد مصطفی ﷺ ایک غلام کو بیچ رہے تھے۔ وہ ایسا غلام تھا جس کے کپڑوں میں سے بدبو آتی تھی۔ دن بھر کی محنت اور مشقت سے پسینے سے شرابور اور آلودہ لباس میں وہ ملبوس تھا۔ انسان اس کی بدصورتی کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے کوئی اس کو اپنی لڑکی دینے کیلئے تیار نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اپنی الٰہی بصیرت سے اس کے دل کی کیفیت کو بھانپ لیا اور پیچھے سے جا کر پیار سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ جس طرح بعض دفعہ مائیں بچوں کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ وہ جانتا تھا اور یقیناً جانتا تھا کہ محمد مصطفی ﷺ کے سوا کوئی ایسا حسین اخلاق کا مالک نہیں جو مجھ سے ایسے پیار کا اظہار کرے۔ لیکن اس کی زندگی میں ایک ایسا عجیب موقع تھا کہ وہ اس کو ضائع نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ جان بوجھ کر، پہچاننے کے باوجود اپنے جسم کو حضور اکرمؐ کے جسم سے رگڑنا شروع کیا۔ اپنے ہاتھوں کو آپؐ کے جسم کے زیر وبم پر پھیرنا شروع کیا اور بہت ہی پیار کا اظہار، جس طرح بعض دفعہ بلی، آپ نے دیکھا ہے، لحاف میں گھس کر پیار کرتی ہے اور اپنے بدن کو رگڑتی ہے انسان کے ساتھ، اس طرح اس نے اظہار محبت شروع کر دیا۔ پھر جب حضورؐ نے پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ کے سوا ہو کون سکتا ہے۔ آپؐ ہی تو ہیں۔ تب آنحضور ﷺ نے فرمایا میں ایک غلام بیچتا ہوں۔ ہے کوئی لینے والا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کون خریدے گا۔ لوگوں کی نفرت کی نگاہیں مجھ پر پڑتی ہیں اور شدت نفرت سے لوٹ جاتی ہیں واپس دیکھنے والے کی طرف۔ مجھ پر ٹھہر نہیں سکتیں۔ مجھے کون خریدے گا؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، تمہارا ایک گاہک ہے۔ میرا آسمانی آقا۔ میرا خدا تمہارا گاہک ہے۔ (الاستیعاب جز 2 صفحہ 509 باب زاھر بن حرام)

پس بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو دنیا کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، دنیا کی نگاہیں

حقارت سے ان کو دیکھتی ہیں تَزْدَرِيٓ اَعْيُنُكُمْ (ھود:۳۲) جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لیکن جنہوں نے اپنا سب کچھ خدا کیلئے پیش کر دیا ہو اللہ کے پیار کی نگاہیں ان پر پڑا کرتی ہیں۔ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ کے پیار کی نگاہیں ان سب قربانی کرنے والوں کے دل پر پڑیں، ان کے چہروں پر پڑیں، ان کے جسم کو اس سے مس کریں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں سپین میں تبلیغ کی راہ میں قربانیاں پیش کی تھیں۔ ان کی اولاد بھی ساری اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے، خدا کے فضل سے۔ انتہائی انکسار کے ساتھ خدا کی راہ میں مٹی ہو کر انہوں نے خدمت کی۔ بیٹے کیا اور بیٹیاں کیا، ماں کیا اور باپ کیا۔ سارا خاندان لگا ہوا ہے۔ کسی نے ایک لفظ نہیں کہا کہ ہماری اتنی خدمتیں ہیں۔ ہمیں کیوں نمایاں مقام نہیں دیا گیا۔ ہم سے کیوں یہ سلوک نہیں کیا گیا۔ یہ وہ جذبہ ہے۔ یہ وہ روح ہے جو واقفین میں ہونی چاہئے اور ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس روح کو ہر واقف کے دل میں زندہ کر دے اور جگہ جگہ، بستی بستی ہمیں اس قسم کی روح کے واقفین میسر ہوں۔ کیونکہ کام بہت ہے اور آدمی تھوڑے ہیں۔ طاقت بہت کم ہے۔ مقابل پر دشمنوں کی تعداد کیا اور ان کی مالی قوتیں کیا اور ان کی سیاسی قوتیں کیا۔ بے انتہا ایسی ناقابل عبور چوٹیاں نظر آتی ہیں پہاڑوں کی، جن کا سر کرنا انسان کے بس میں نظر نہیں آتا۔

پھر اسی سلسلے میں دعا کی تحریک کرتا ہوں اپنے بھائی عزیزم میر محمود احمد صاحب اور ان کی بیگم کے لئے بھی، اپنی ہمشیرہ عزیزہ امتہ المتین کے لئے۔ انہوں نے دن رات بے حد محنت کی۔ جب یہ آئے۔ تو اس گھر کا صرف ایک ڈھانچہ سا کھڑا تھا اور بیحد محنت کی ضرورت تھی۔ بہت سے کاموں کی ضرورت تھی۔ میری ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ جس دن، رات تین بجے مجھے سونے کا موقع ملتا تھا تو میں شکر کرتی تھی اللہ تعالیٰ کا اور سمجھتی تھی کہ جلدی سونا نصیب ہو گیا ہے۔ خاموشی کے ساتھ لمبی محنتیں کی ہیں ان لوگوں نے۔

پھر انگلستان کی جماعت ہے۔ شیخ مبارک احمد صاحب اور ان کے ساتھی وہاں سے آتے رہے۔ بے حد کوشش ہوئی ہے اس کے پیچھے۔ اور دنیا کو تو صرف ایک عمارت نظر آتی ہے کھڑی ہوئی۔ اور سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی مسجد ہے جیسی سینکڑوں، ہزاروں دنیا میں بن رہی ہیں۔ مگر یہ ایسی مسجد نہیں۔ آج کی دنیا میں ایسے آنسو بھلا کس مسجد کو نصیب ہوئے ہیں۔ جیسے اس کو نصیب ہوئے ہیں؟ ایسی قربانیاں کس

کے پس منظر میں جلوہ گر ہیں جیسی اس مسجد کے پس منظر میں جلوہ گر ہیں؟ ہرگز دنیا کی مساجد کو اس مسجد سے کوئی نسبت نہیں۔

ان دعاؤں کے ساتھ میرا ذہن اہل مغرب کی طرف بھی منتقل ہوتا ہے جو دعاؤں کے بہت محتاج ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسجد سے کچھ نہیں بنے گا۔ بستی بستی مسجد بنانے کی ضرورت ہے۔ قریہ قریہ اذانیں دینے کی ضرورت ہے، خدا کا نام بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ اتنا شرک پھیلا ہوا ہے، اتنی تباہی مچائی ہوئی ہے کفر نے کہ انسان محو حیرت رہ جاتا ہے کہ آجکل کا باشعور انسان اتنا بھی گراوٹ میں ملوث ہوسکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو اپنی پیشگوئی میں اس قوم کو ایسے دجال کے طور پر بیان فرمایا جس کی دائیں آنکھ اندھی اور بائیں آنکھ روشن ہے۔ اس سے بہتر فصاحت اور بلاغت کا ایک جملہ تصور میں نہیں آسکتا جس نے ان قوموں کی ساری تصویر کھینچ کے رکھ دی ہے۔ ایک طرف دنیا کی آنکھ ہے، اتنی تیز نظر ہے کہ پاتال کی خبر لاتی ہے اور دوسری طرف دین کی آنکھ ہے جو اتنی اندھی ہے کہ جگہ جگہ شرک کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ خدا کی عبادت ہی ایک عبادت ہے جس سے یہ غافل ہیں۔ باقی ہر دوسری چیز کی عبادت ہو رہی ہے۔ لہو ولعب کی عبادت ہو رہی ہے۔ بتوں کی عبادت ہو رہی ہے۔ فسق وفجور کی عبادت ہو رہی ہے۔ جھوٹ کی عبادت ہو رہی ہے۔ دجل کی عبادت ہو رہی ہے۔ صرف ایک خدا ہے جس کی عبادت نہیں ہو رہی۔

ان سب کی تقدیر بدلنی ہے۔ ایک مسجد تو کافی نہیں اور پھر ایک ایسی مسجد سے کس طرح تقدیر بدلی جائے گی جس کے لئے نمازی پیدا نہ ہوں۔ بے انتہا کام کی ضرورت ہے۔ بے انتہا قربانیوں کی ضرورت ہے۔ بے حد واقفین کی ضرورت ہے۔ بے حد مالی قوت کی ضرورت ہے۔ اور ہم جب اپنے اوپر نظر کرتے ہیں تو بہت ہی کمزور اور حقیر اور بے بس اپنے آپ کو پاتے ہیں۔

یورپ کے دورے میں ان خیالات میں مگن ہوتے ہوئے میں سوچتا رہا اور میری فکر بڑھتی گئی۔ ان معنوں میں نہیں کہ مجھے مایوسی کی طرف لے جائے۔ بلکہ ان معنوں میں کہ دعا کی طرف اور زیادہ اور بھی زیادہ مائل کرتی رہی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ساری مشکلات ایک طرف لیکن ہمارے رب کی ایک نظر ایک طرف، وہ ان سب مشکلات کو خس وخاشاک کی طرح اڑا سکتی ہے۔ وہ اس طرح غائب کرسکتی ہے جیسے روشنی کے ساتھ اندھیرے غائب ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں کسی کوشش کا دخل

نظر نہیں آتا۔ اس لئے دعاؤں کی طرف توجہ بڑھتی رہی۔ لیکن ساتھ ہی میں نے بڑے غم اور دکھ کے ساتھ یہ بھی محسوس کیا کہ جماعت کے ایک طبقہ میں ابھی پوری طرح قربانی کا وہ احساس نہیں جو ان مشکلات کے مقابل پر ہونا چاہئے۔ بہت سی جگہ بہت کوشش اور محنت کے ساتھ فہرستیں تیار کروائی گئیں چندہ دہندگان کی تجنید کروائی۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب نے اس سلسلے میں میری بڑی مدد کی اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ بعض جگہ پچاس فیصدی سے زائد ایسے احمدی ہیں جو ایک آنہ بھی چندہ نہیں دے رہے۔ دنیا کے لحاظ سے ان کی کایا پلٹ چکی ہے۔ وہ اور ماحول میں بسا کرتے تھے کسی وقت، اب اور ماحول میں پہنچ چکے ہیں۔ کوئی نسبت ہی نہیں خدا تعالیٰ کے ظاہری فضلوں کے ساتھ اس زندگی کو جو وہ پہلے بسر کرتے تھے۔ مگر کلیتہً ان فضلوں کو بھلا کر وہ خدا تعالیٰ کے دین کی ضرورتوں سے غافل ہو کر محض اپنی ضرورتوں میں مگن ہیں اور ان کے پورا کرنے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور بہت دکھ ہوا۔

پھر ان لوگوں کی فہرستوں کا مطالعہ کیا جو چندہ دیتے ہیں۔ ایک حصہ ان میں ایسا پایا جن کو خدا نے بہت کچھ دیا لیکن مقابل پر بہت تھوڑا پیش کرتے ہیں۔ وہ پیش نہیں کرتے جس سے ان کو محبت ہے۔ وہ پیش کرتے ہیں جو وہ زائد از ضرورت سمجھ کر پھینک سکتے ہیں۔ ان کو میں نے بتایا کہ دیکھو! قرآن کریم تو فرماتا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ (آل عمران: ۹۳)

کہ ہرگز تم نیکی کو نہیں پاسکو گے جب تک وہ کچھ خرچ نہیں کرو گے جس سے تمہیں محبت ہو۔ تم تو خدا کی راہ میں وہ دے رہے ہو جس سے تمہیں محبت نہیں۔ وہ زائد چیز ہے جو تم پھینک بھی سکتے ہو۔ تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا اس سے۔ تمہارے روزمرہ کے دستور پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے اس کو کیوں ضائع کرتے ہو۔ تقویٰ سے کام لو۔ اگر قربانی کی توفیق نہیں تو چھوڑ دو اس راہ کو۔ لیکن خدا تعالیٰ سے سچائی کا معاملہ کرو۔ تب وہ تم سے سچائی کا معاملہ کرے گا۔ رجوع برحمت ہوگا۔ پھر رازق سے ڈرنا۔ رازق کو دیتے ہوئے ڈرنا، اس سے بڑی بیوقوفی کوئی نہیں۔

اسی طرح سفر کے دوران ایک موقع پر بعض دوستوں کے حالات کے متعلق دیکھ کر بہت ہی دکھ پہنچا۔ بہت ہی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمائے، لیکن مقابل پر کسی قسم کی کوئی قربانی نہیں۔ اس پر مجھے وہ

واقعہ یاد آ گیا۔ ہمارے ایک سی۔ ایس۔ پی کے افسر ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ مصر گئے تو قاہرہ میں ایک جنازہ جارہا تھا اور جنازے کے ساتھ صرف چار آدمی تھے جنہوں نے اس جنازے کو اٹھایا ہوا تھا اور دیکھنے میں وہ بوجھل جنازہ معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کے دل میں بہت ہمدردی پیدا ہوئی ان کیلئے۔ اور ایک شخص کو، جا کر انہوں نے ہٹا کر کندھا دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے زور مارا۔ وہ آگے سے دھکے دینے لگا ان کو۔ یہ بڑے متعجب کہ میں تو اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ سنتا ہی نہیں۔ آخر ہمدردی کا جذبہ اتنا غالب آیا کہ انہوں نے دھکا دے کر اس کو الگ کیا اور خود اس کی جگہ جنازے کو کندھا دے دیا۔ کہتے ہیں میں کر تو بیٹھا لیکن پھر کوئی نہیں آیا مجھے ہٹانے کیلئے۔ عادت نہیں تھی بوجھ اٹھانے کی۔ بالکل پس گیا۔ اور قبرستان کوئی چار میل شہر سے باہر۔ کہتے ہیں اس مصیبت میں مبتلا۔ اس جنازے کو چھوڑا بھی نہ جائے۔ زندگی اجیرن ہوگئی۔ آخر جا کر جب جنازہ قبرستان میں رکھا تو ایک مزدور جوان میں سے لیڈر تھا' (وہ تھے مزدور) اس نے پیسے بانٹنے شروع کئے تو ان کا حصہ ان کو دیا۔ تب ان کو پتہ لگا کہ یہ تو مزدور تھے، یہ کوئی طوعی خدمت والے نہیں تھے۔ انہوں نے کہا میں تو شوقیہ خدمت کے طور پر آیا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا تم مزدور ہو۔ تب سمجھ آئی کہ وہ دھکے کیوں دے رہا تھا بے چارہ، جس کی مزدوری انہوں نے چھین لی۔

تو مجھے خیال آیا کہ ایک جنازے کے بوجھ میں ایک ایسا شخص جو کوئی خاص دیندار بھی نہ ہو، اس کو اتنی ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ برداشت نہیں کر سکتا یہ نظارہ کہ صرف چار آدمی اس بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہوں۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ احمدی کہلا کر، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر کے، یہ وعدے کر کے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ یہ عہد و پیمان باندھ کر کہ ہم دوبارہ اسلام کی کشتی کو پار لگانے کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے، اپنے جسموں کو بھی غرق کرنا پڑا اس راہ میں تو غرق کر دیں گے تا کہ اسلام کی کشتی کامیابی اور کامرانی کے ساتھ پار ہو سکے، اس کے باوجود دیکھتے ہیں کہ جماعت کے چند آدمی اس بوجھ کو اٹھا رہے ہیں جو لکھوکھہا کیا کروڑوں کا کام ہے کہ وہ اٹھائیں اور صرف چند آدمی ہیں جو اس بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہیں اور کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ کوئی انسانی ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی احساس ندامت دل میں پیدا نہیں ہوتا کہ ہم بھی تو اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے بھی تو وہی وعدے کئے

تھے۔ ہم پر بھی تو احسان ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ دوبارہ اسلام کی حقیقی لذتوں سے آشنا کیا۔ اور بڑے آرام سے کھڑے اس طرح نظارے کر رہے ہیں جیسے ڈوبتی کشتی کا کوئی ساحل سے نظارہ کر رہا ہو اور کوئی اس کے دل میں حس پیدا نہ ہو۔ ایسے بھی نظارے میں نے دیکھے۔

پھر ایسے نظارے بھی دیکھے اخلاص کے اور محبت کے، کہ جب کوئی تحریک کرتے تھے تو وہ جن پر سب سے زیادہ بوجھ تھا وہ سب سے آگے بڑھ کر اپنے جان و مال پیش کرتے تھے اور بیقرار تھے کہ کسی طرح ہماری قربانیوں کو قبول کیا جائے۔ وہی ہیں احمدیت کی اصل روح۔ وہی ہیں جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ وہی ہیں جن کی تمنائیں خدا کے حضور بپایۂ قبولیت جگہ پاتی ہیں۔ انہی کے برتے پر آج احمدیت کی کشتی جاری ہے۔ انہی کے سر پر یہ قافلہ سفر اختیار کر رہا ہے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ ایسے دوست مجھ سے پوچھتے تھے کہ بتاؤ ہم کیا پیش کریں، کس طرح پیش کریں، اور کیا چاہئے سلسلے کے لئے۔ میں ان سے کہتا تھا ابھی نہیں۔ بعض دفعہ مجلس شوریٰ میں گفتگو ہوئی تو بیقرار ہو کر لوگوں نے پوچھا کہ بتائیں۔ ہم حاضر ہیں جو چاہتے ہیں دیں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے بھی پیش کیا جن سے پوچھا بھی نہیں گیا تھا۔ ابھی امریکہ سے ہمارے ایک بھائی نے خط پیش کیا۔ انہوں نے کہا جو کچھ میرا ہے سلسلے کا ہے۔ ایک دمڑی بھی میری نہ سمجھیں آپ۔ مجھے فاقے بھی کرنے پڑے تو میں گزارا کروں گا اور میں بڑی دیانتداری سے پیش کر رہا ہوں۔ کوئی دوری نہیں، کوئی دوئی نہیں، حساب سارا لکھ کر دیا کہ یہ میرا لین دین ہے یہ میری جائیداد ہے، اس کی یہ Value (ویلیو) ہے۔ آئندہ یہ امکانات ہیں۔ جس وقت، جس لمحے مجھے کہا جائے گا سب کچھ چھوڑ دو، میں سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہوں۔

تو حقیقت یہ ہے کہ مسجدوں کی بڑی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے مبلغین کی ضرورت ہے۔ مگر میں ابھی کوئی تحریک نہیں کروں گا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک اپنے کمزور بھائیوں کو ساتھ ملنے کا موقع نہ دیا جائے ہم ابھی آگے نہیں بڑھیں گے۔ ظلم ہوگا ان پر جو محروم رہ جائیں اور قافلہ کہیں کا کہیں نکل جائے ان کو چھوڑ کر۔ اس لئے کچھ وقت ہمیں ان کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے دینا چاہئے۔ ان کو سمجھانا چاہئے پیار اور محبت سے۔ ان کو بتانا چاہئے کہ کون سی نیکیاں ہیں، کون سی سعادتیں ہیں جن سے تم محروم چلے آ رہے ہو۔ جب تک یہ موقع مہیا نہ کیا جائے، اگر ہم چھوڑ

کر آگے بڑھ جائیں گے تو خدا کا کام ہے، وہ ضرور پورا ہوگا۔ یہ قافلہ تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ جائے گا۔ لیکن یہ اور ان کی اولادیں پھر دنیا میں جذب ہو جائیں گی۔ ان کا کوئی سہارا نہیں رہے گا باقی۔ اس لئے انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ساتھ شامل کیا جائے۔ اس لئے وہ سارے جو آج اس خطبے میں شامل ہیں وہ اپنے اپنے ماحول میں جا کر اس بات کے مبلغ بنیں کہ پہلے جو کمزور ہیں ، جو خدا کی راہ میں خرچ سے ڈر رہے ہیں، ان کو بتایا جائے کہ تم محروم ہو رہے ہو۔ نیکیوں سے بھی محروم ہو رہے ہو اور خدا کے فضلوں سے بھی محروم ہو رہے ہو۔ اس دنیا سے بھی محروم ہو رہے ہو جس کے پیچھے تم پڑے ہوئے ہو۔ تمہارے روپوں میں برکت نہیں رہے گی۔ تم اپنی اولادوں کی خوشیوں کو نہیں دیکھ سکو گے۔ ان سے محروم کئے جاؤ گے۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہاری لذتیں نکل جائیں گی تمہارے دلوں سے اور ان کی جگہ غم اور فکر لے لیں گے۔ یہ تقدیر ہے ان احمدیوں کیلئے جو احمدیت کو چھوڑ کر دور جا رہے ہیں۔ یہی ہم نے دیکھا ہے ہمیشہ۔

اور جو خدا کی راہ میں قربانی کرتے ہیں اللہ ان کی قربانی رکھا نہیں کرتا۔ کون سا قربانی کرنے والا آپ نے دیکھا ہے جس کی اولاد فاقے کر رہی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندان دیکھیں خدا نے فضل کئے ہیں۔ مگر اس وقت تک یہ فضل ہیں جب تک کوئی سمجھے کہ کس کی بناء پر ہیں۔ اگر کسی دماغ میں یہ کیڑا پڑ جائے کہ میری کوشش ہے، میری چالاکی ہے، میرے ہاتھ کا کرتب ہے تو بڑا بیوقوف ہوگا۔ یہ ان چند روٹیوں کے طفیل مل رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کی راہ میں قربان کی تھیں۔ ابھی نبوت بھی عطا نہیں ہوئی تھی کہ جو کچھ تھا خدا کو پیش کر بیٹھے۔ یہ اسی کا صدقہ ہے جو کھایا جا رہا ہے۔ صرف وہی نہیں سینکڑوں احمدی خاندان ہیں جو اسی قسم کا قربانیوں کا پھل کھا رہے ہیں۔ ان کے والدین یا ان کے ماں باپ نے بڑے بڑے مشکل حالات میں گزارے کئے۔ جو کچھ میسر تھا جو کچھ وہ بچا سکے خدا کے حضور پیش کر دیا اور آج اولادیں ہیں کہ پہچانی نہیں جاتیں۔ کہاں سے آئی تھیں۔ کہاں چلی گئیں۔ ان کے پیچھے رہنے والوں کو دیکھیں جو محروم تھے ان سب قربانیوں سے۔ ان کی شکلیں اور ہیں، ان کے ماحول اور ہیں، ان کی عقلیں اور ہیں، ان کے علم اور ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے والوں کی اولادوں کو خدا نے اتنی برکت دی۔ مگر پہچاننے کی ضرورت ہے، احساس کی ضرورت ہے جب تک یہ احساس زندہ رہے گا یہ قافلہ آگے بڑھتا

رہے گا۔ اگر یہ احساس مٹ گیا اور ہم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ یہ گویا ہماری ہی ہوشیاریوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے تو برکتیں چھنی جائیں گی۔ پھر ڈرتے کس بات سے ہیں؟ خدا کی راہ میں دینے والے کبھی خالی نہیں رہے۔ رازق وہ ہے۔ وہ تو محبت اور پیار کے اظہار کے طور پر آپ کے دلوں کو پاک وصاف کرنے کے لئے آپ سے مانگتا ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد:۳۹) قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تو غنی ہے اسی نے تمہیں سب کچھ دیا تم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو اس نے تمہارے لئے سارے انتظام کر دیئے تھے۔ ساری کائنات کا مالک ہے اس کے خزائن کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اسی کی رحمتوں اور برکتوں کے طفیل انسان رزق پاتا ہے اور رزق سے برکتیں حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ ایسے رزق والے بھی ہم نے دیکھے ہیں کہ دلوں میں جہنم لئے پھرتے ہیں کوئی رزق ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس خدا سے تعلق جوڑنے کے بعد پھر منہ موڑنا، یہ کہاں کی عقل ہے۔ یہ تو خودکشی ہے اس لئے محبت اور پیار سے سمجھائیں۔

میں نے تو بارہا یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا نہیں دے سکتا جو شرح کے مطابق ضروری ہے تو صاف کہے، اپنے حالات پیش کرے۔ چندہ عام ہے وہ خلیفہ وقت معاف کر سکتا ہے اور میں کھلا وعدہ کرتا ہوں کہ جو دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ میں نہیں پورا اتر سکتا، میری شرح کم کر دی جائے، اس کی شرح کم کر دی جائے گی۔ لیکن جھوٹ نہ بولیں خدا سے یہ نہ ہو کہ خدا کروڑ دے رہا ہو اور آپ لاکھ کے اوپر چندے دے رہے ہوں اور بتا یہ رہے ہوں کہ دیا ہی خدا نے لاکھ ہے۔ اللہ کوئی بھول جاتا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) کہ میں نے اس کو کیا دیا تھا اور اب یہ مجھے کیا واپس کر رہا ہے۔ جس نے دیا ہے وہ تو دلوں کے بھیدوں سے آشنا ہے۔ وہ مخفی ارادوں سے آشنا ہے وہ ان بنک بیلنسز سے آگاہ ہے جن میں روپے جاتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں اور تسلی نہیں پاتا انسان اور بڑھانا چاہتا ہے تو جو ضرورت مند ہے اس کی ضرورتوں کی فکر کی جائے گی۔ اس کی ضرورت کا لحاظ کیا جائے گا۔ اس کو خوشی سے اجازت دی جائے گی بلکہ ایسا ضرورت مند احمدی جو چندہ نہیں دے سکتا، امداد کا مستحق ہے، جماعت کا کام ہے جہاں تک ممکن ہو اس کی امداد کرے۔ لیکن خدا سے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے ایک مہلت میں دیتا ہوں اس خیال سے کہ ہمارے بھائی ضائع نہ ہوں۔ مجھے اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ خدا کے کام کیسے پورے ہوں گے۔ اگر میں یہ فکر کروں تو مشرک

بن جاؤں گا۔ مجھے اس بات کی ہرگز فکر نہیں ہے کہ اگر کوئی احمدی ضائع ہو گئے تو ان کی جگہ کیسے ملیں گے۔ ایک جائے گا تو خدا ہزاروں لاکھوں دے سکتا ہے، اس کے بدلے اور دے گا۔ مجھے فکر یہ ہے کہ ایک بھی احمدی ضائع کیوں ہو۔ کیوں ہمارا بھائی ایک اچھے رستہ پر چل کر بھٹک جائے اور ہم سے ضائع ہو جائے۔ تو مجھے ان کی ذات کا غم ہے۔ اپنی جماعت کا غم تو کوئی نہیں جماعت کا غم تو میرا خدا کرے گا اور وہی ہمیشہ کرتا چلا آیا ہے۔ جماعت کی ضرورتیں وہی پوری کرتا ہے اور وہی پوری کرے گا اس لئے جب تک ایک موقعہ دے کر ہم اپنے بھائیوں کو ساتھ نہ ملا لیں، ایک آرڈر نہ پیدا ہو جائے نظام کے اندر، سارے دوست دیانتداری اور تقویٰ کے ساتھ مالی قربانیوں کے کم سے کم معیار پر پورے نہ اتر آئیں، اگر ہم آگے بڑھیں گے تو وہی چند لوگ جو السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ہیں وہی قربانیوں کا بوجھ اٹھاتے چلے جائیں اور لوگوں کو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ یہ چند آدمی ہیں صرف، ساری جماعت نہیں ہے۔

تو یہ دعا بھی کرنی چاہئے اپنے ان بھائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے عقل دے، قربانیوں کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ ہماری باتوں میں تو کوئی اثر نہیں۔ جب تک خدا دلوں کو نہ بدلے کوئی نہیں بدل سکتا۔ تو ان کے لئے دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں۔

جہاں تک اس مسجد کی آبادی کا تعلق ہے، اب میں آخری بات آپ سے یہ کہنی چاہتا ہوں کہ جب سے میں سپین آیا ہوں دل کی ایک عجیب کیفیت ہے۔ خوشیاں تو بہت ہیں مگر جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ خوشیاں غم میں ڈھلی ہوئی خوشیاں ہیں۔ یہ عجیب وغریب بات ہے آنکھوں سے بہنے والی خوشیاں ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ مسجد تو ہم بنائیں گے اس کی آبادی کیسے ہوگی؟ اتنی مدت ہوگئی سپین میں کام کرتے ہوئے احمدی بھی ہوئے لیکن ابھی تک ہم اتنی تعداد میں احمدی نہیں بنا سکے کہ ایک احمدیہ جماعت اتنی مضبوط اور تعداد میں اتنی کثیر پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے معاشرے کی حفاظت کر سکے۔ معاشرے کی حفاظت کیلئے ایک معقول تعداد کا ہونا ضروری ہے ورنہ اکیلا اکیلا احمدی اگر ہو تو وہ ماحول میں واپس جذب ہو جایا کرتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے جس کو آپ توڑ نہیں سکتے۔ اس لئے رفتار کا اتنا بڑھنا ضروری ہے کہ کم سے کم ضروری تعداد مہیا ہو جائے جو اقدار کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس تعداد کی بناء پر آگے بڑھنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ انقلاب پیدا کرنے کے لئے بھی ایک کم سے کم مقدار کی

ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تو دنیا کے ہر آدمی کو پتہ ہے کہ ایٹم بم کو پھاڑنے کے لئے بھی کم سے کم ایک وزن کی ضرورت ہے۔اس سے کم ہوتو وہ طاقت ضائع ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ Chain Reaction پیدا نہیں ہوسکتا۔اس لئے اس Chain Reaction کے لئے جتنی تعداد میں احمدیوں کی ضرورت ہے وہ ابھی تک ہمیں مہیا نہیں ہو سکے۔ کیسے مہیا ہوگی؟ اتنا شرک ہے۔ اتنا ماحول پر دنیا کا اثر ہے۔ دہریت گھر گھر میں داخل ہورہی ہے سیاسی توجہات نے عقلوں کو اور ذہنوں کو غلط سمتوں میں مائل کیا ہوا ہے۔معاشرے کی آزادیاں، دنیا کی لذتیں۔ یہ سارے بت چاروں طرف سے ان سوسائٹیوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔

تو بہت فکر پیدا ہوتی ہے کہ اے خدا اس مسجد کی آبادی کا تو انتظام کر۔ میں تو یہی دعا کرتا رہا ہوں جہاں بھی گیا ہوں دیکھ کر ایسی بے بسی کا احساس ہوا ہمیشہ اور پھر میں نے یہی عرض کی کہ اے خدا! اگر توفیق ہوتی تو میں سجدے کرتے ہوئے ان راہوں پر چلتا۔ میں تیرے حضور خاک ہو کر مٹ جاتا یہاں۔اے خدا! تو نمازی بخش۔تو عبادت کرنے والے عطا فرما۔ کیونکہ خالی مسجدیں بنانا تو کوئی کام نہیں ، جب تک یہ مسجدیں خالص عبادت کرنے والوں سے نہ بھر جائیں۔لیکن ہمارے اندر کوئی طاقت نہیں میرے رب!

آپ بھی یہ دعائیں کریں جب تک یہاں ہیں سپین کی مٹی کو اپنے آنسوؤں سے تر کریں۔ اتنے آنسو بہائیں کہ خدا کی تقدیر کی رحمتیں بارش کی طرح برسنے لگیں اس ملک پر۔ ہر آنسو سے وہ روحیں پیدا ہوں جو اسلام کے لئے ایک انقلاب کا پیغام لے کر آئیں۔ ہر آنسو سے ابن عربی نکلیں، ہر آنسو سے ابن رشد پیدا ہوں۔ آج ایک ابن عربی کا کام نہیں۔آج تو قریہ قریہ،بستی بستی ابن عربی کی ضرورت ہے۔

اس لئے یہ کام نہ آپ کے بس میں ہے نہ میرے بس میں ہے۔صرف ہمارے آقا، ہمارے رب کے بس میں ہے اور ہمارے بس میں صرف آنسو بہانا ہے اور یہ ہمیں ضرور کرنا ہوگا۔ پوری گریہ وزاری کے ساتھ، انتہائی عاجزی کے ساتھ اور انکساری کے ساتھ روئیں خدا کے حضور اور جب قطرے ٹپکیں زمین پر تو دعا کریں کہ اے خدا! ان قطروں کو ضائع نہ ہونے دینا۔ ہر قطرے سے برکتیں پیدا ہوں۔ ہر قطرے سے وہ روحانی وجود نکلیں جو سپین کی تقدیر کو بدل دیں۔اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر

سکتے ۔ہم عاجز انسان ہیں ۔ ہماری طاقت اور ہمارے بس میں ہے کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے ۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

”بعض دوستوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جمعہ کے معاً بعد اجتماعی بیعت بھی ہو جائے کیونکہ بہت سے ملکوں سے ایسے دوست تشریف لائے ہیں۔ جن کو موقعہ نہیں ملتا عموماً مرکز میں حاضر ہونے کا اوران کی خواہش ہے کہ دستی بیعت یہاں ہو جائے تو انشاء اللہ جمعہ کی نماز کے معاً بعد دستی بیعت ہوگی۔

ایک بات کی طرف خاص طور پر میں توجہ دلانی چاہتا تھا دعا کے سلسلے میں اور ذہن سے اتر گئی کہ دعا کی قبولیت کیلئے ایک گر جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے وہ آپ سب کو معلوم ہونا چاہئے ۔طبعاً تو یہی ہوتا ہے عموماً لیکن Consciously باشعور طور پر ہر احمدی کے ذہن میں یہ بات حاضر رہنی چاہئے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کا ایک راز تمہیں بتا تا ہوں ۔ پہلے خوب اپنے رب کی حمد کرو۔ اس کی محبت کے گیت گاؤ اور مجھ پر درود بھیجو۔ اس لئے کہ آپؐ خدا کو سب سے زیادہ پیارے ہیں اور یہی چیز ہے جو فطرتاً بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو ہوشیار فقیر ہیں ۔ وہ بعض دفعہ ماؤں سے بھی بڑھ کر بچوں کو دعائیں دیتے ہیں ۔ جانتے ہیں کہ یہ ایسی محبت ہے کہ یہ بچوں کی محبت کی وجہ سے مجبور ہو جائیں گی ہمیں کچھ ڈالنے کے لئے ۔تو آنحضرت ﷺ کیسے عارف باللہ تھے ۔خوب جانتے تھے ان رازوں کو۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ دعائیں قبول کروانا چاہتے ہو تو مجھ پر درود بھیجا کرو ساتھ پہلے حمد کرو اللہ کی ، وہ اول ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ پھر جو مانگو خدا قبول فرمائے گا۔ تو اسی طریق کو اختیار کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک بچے کو جب یہ سمجھایا تو اس کے بعد وہ نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا اس نے دعائیں کیں ، حمد کی اور پھر درود بھیجے۔ وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کا چہرہ تمتما اٹھا خوشی سے دیکھ کر پیار سے مجھے دیکھتے ہوئے فرمایا کہ بچے! ٹھیک کر رہے ہو، ٹھیک کر رہے ہو، ٹھیک کر رہے ہو، یہی طریق ہے دعاؤں کا۔ (سنن ترندی کتاب الدعوات باب جامع الدعوات) تو آپ بھی دعاؤں میں یہ بات نہ بھولنا کہ حمد کے ساتھ ہی بے اختیار دل سے درود کے چشمے بھی پھوٹ پڑیں تا کہ ناممکن ہو جائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے ان دعاؤں کا رد کرنا۔“

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

”صفیں بنالیں اور سیدھی صفیں بنائیں“

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۸۲ء)